77

اتفاق و اتحاد کے متعلق اسلامی تعلیم کی تمہید

(فرمودہ ۲۰ اپریل ۱۹۲۰ء)

حضور انور نے تشہد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ:-

انسان اور خدا تعالےٰ کا تعلق ایک رُوحانی تعلق ہے۔ مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ بہت لوگوں کو اس میں غلط فہمی ہوتی ہے۔ جب وہ یہ کہتے ہیں کہ بندے اور خدا کا تعلق رُوحانی ہے۔ تو وہ اس طرح کہتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا بندے اور خدا کا تعلق جسمانی نہیں اگرچہ بظاہر یہ ایک معمولی بات ہے مگر عظیم الشان تغیرات پیدا کرتی ہے۔ تھوڑے تھوڑے فرق سے اعمال و عقائد، حرکات و سکنات پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں سے بڑے بڑے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ معمولی معمولی فقرات ہوتے ہیں۔ ان پر ایک حد تک عمل بھی ہوتا رہا ہے۔ مگر چونکہ وہ علیحدہ صورتوں میں سامنے نہیں ہوتے۔ اس لیے ان سے خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا۔ مگر جب وہ ایک معین صورت میں سامنے آتے ہیں تو پھر ان سے عجیب عجیب علوم کا انکشاف ہوتا اور تغیرات پیدا ہوتے ہیں۔

ظاہری علوم کے لحاظ سے ایک اُصول ہے جس کو مسئلہ ارتقاء کہتے ہیں۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ ہر ایک چیز ترقی کی طرف جا رہی ہے۔ اس اُصول کے ماتحت بہت سے نئے علوم معلوم ہوئے ہیں۔ میرے نزدیک جب سے علم ادب محفوظ چلا آتا ہے۔ اگر دیکھا جائے گا تو یہ اشارات ملیں گے۔ مگر چونکہ وہ محض اشارات تھے۔ اُصول معین کے طور پر نہ تھے۔ اس لیے ان سے وہ فائدہ نہیں ہوا۔ جو اس وقت سے ہوا۔ جب سے یہ مسئلہ اصول کے طور پر دُنیا کے سامنے آیا۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ پچاس ساٹھ سال سے پہلے دُنیا کی ترقی کی جو رفتار تھی۔ اس کے بعد کہیں زیادہ ہوگئی اور علوم میں بالکل تغیر آگیا۔ تاریخ بدل گئی۔ طبقات الارض کے علم میں عجیب عجیب باتیں پیدا ہوئیں۔ ستاروں کے متعلق انکشافات ہوئے گویا کہ دُنیا نئی ہوگئی۔ اور دُنیا کی ہر ایک چیز نئی ہوگئی۔

یہ سُورج اور ستارے ان کے متعلق پہلے خیال تھا کہ جس طرح یہ پہلے دن بنائے گئے تھے۔ اسی

طرح یہ اب تک موجود ہیں۔ اب اسی مسئلہ ارتقاء کے ماتحت یہ بات معلوم ہوئی۔ کہ پہلے یہ سورج محض ہوا تھا۔ لاکھوں کروڑوں سال کے بعد ہوا کے ذرات مِل مِل کر سورج کا وجود تیار ہوا۔ پھر پہلے یہ خیال تھا کہ صرف یہی ایک سُورج ہے، لیکن اب دُور بینوں کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ اور بہت سے ستارے ہیں۔ جو اس وقت بن رہے ہیں۔ اور ان کا مادہ سیال ہے۔ جو گاڑھا ہو رہا ہے اور اس کی شکل ایسی ہے جیسے دُھنیا روئی دھنکتا ہے کہ کہیں سے موٹی ہوتی ہے اور کہیں تپلی۔

غرض اس سے علوم پیدا ہوتے اور ہو رہے ہیں، مگر اس وقت یہ بحث نہیں کہ ان علوم میں صحت کہاں تک ہے اور غلطی کہاں تک۔ مگر بہر حال علوم میں تغیرات ہو رہے ہیں۔ یہی حال تاریخ کا ہے کہ پہلے جن باتوں کو صحیح مانا جاتا تھا۔ ان میں سے بعض کی تغلیط ہو گئی۔ اور جن کو غلط کہا جاتا ہے ان میں سے بعض کی صحت ظاہر ہو گئی۔

درحقیقت تمام باتوں کا یہی حال ہے۔ ہم اسلام کو دیکھتے ہیں کہ اس کے تمام عملی حصّہ کی بنیاد بھی ایک فقرے پر ہے اور وہ یہ کہ وسطی طریق کو اختیار کیا جائے۔ دونوں انتہائی طریقوں سے محفوظ ہو۔ جتنے احکام شریعت ہیں ان میں وسطی طریق اختیار کیا گیا ہے۔ یہ جائز نہیں کہ انسان خود کوئی طریق ایجاد کرے۔ بلکہ شریعت نے اس کے سامنے جو اعمال پیش کئے ہیں۔ وہ سب وسطی ہیں اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے کہ احکام شریعت ہیں سے وسطی نکالے۔ یہ غلطی ہوگی۔ کیونکہ شریعت کے احکام سب کے سب پہلے ہی وسطی طریق پر قائم کئے گئے ہیں۔ جو شخص ان احکام میں بھی وسط کی تلاش کرتا ہے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ بعض کمالات کے درجے چھوڑتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فرائض تو پڑھ لیے سُنتوں کی کیا ضرورت ہے۔ یا نوافل کی کچھ حاجت نہیں۔ محض فرائض کافی ہیں۔ تو اس کا نام وسطی طریق نہیں۔ بلکہ یہ نیچے کا طریق ہے۔ شریعت نے جس وقت نماز پڑھنا بتایا ہے اور جتنی رکعتیں بتائی ہیں۔ وہ وسط ہی ہے۔ اسلام نے بتایا ہے کہ سال میں زیادہ سے زیادہ چھ مہینہ کے ایک انسان روزے رکھ سکتا ہے یہ طریق وسطی ہے۔ اگر کوئی ان سے زیادہ رکھے یا مہینہ بھر کے جو فرض ہیں ان میں کمی کرے تو وسطی طریق کو چھوڑتا ہے۔ اگر کوئی پانچ نمازوں کی بجائے تین پڑھے۔ تو وہ بھی وسطی طریق سے نکل جاتا ہے پھر صدقہ و خیرات ہے۔ انسان صدقہ و خیرات کر سکتا ہے۔ وہاں تک جہاں تک ان لوگوں کے حقوق نہ تلف ہوتے ہوں۔ جو کہ اس کے ذمہ ہیں۔ ایسی صورت میں اگر حق تلفی کریگا۔ یا اپنے رشتہ داروں کو ابتلاء میں ڈالیگا۔ تو طریق وسطی کو چھوڑ دیگا۔ اور اس کے خرچ کا نام اسراف ہوگا۔

غرض چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں۔ جو اصُول کے طور پر ہوتی ہیں۔ اور جن پر بنیاد ہوتی ہے۔ بالعموم

دیکھوگے۔ کہ اگر کسی کو کہو وسطی طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ تو فوراً کہے گا۔ خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا۔ لیکن جب تفصیل پوچھی جائے تو بغلیں جھانکنے لگیں گے۔ لوگوں کو دیکھو گے کہ حکمت کے جملے ان کی زبانوں پر جاری ہونگے۔ کوئی سی بات ہو۔ وہ فوراً ایک جملہ بولیں گے۔ مگر جب ان سے تشریح پوچھی جاتی ہے تو وہ کچھ نہیں بتا سکتے۔

اسلامی شریعت کے بھی وسطی طریق کے ارشاد کے متعلق اگر پوچھا جائے کہ حکام کے متعلق کیا حقوق ہیں رشتہ داروں کے متعلق کیا۔ حاکم و رعایا کے متعلق کیا۔ بیوی بچوں کے متعلق کیا۔ اُستادوں اور شاگردوں کے متعلق کیا۔ تو کچھ نہیں بتا سکیں گے۔ اگر لوگ حکمت کے جملے زبان سے نکالتے وقت ان پر غور کریں۔ اور ان کی تفصیل کریں۔ اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے سب پہلوؤں پر لے جائیں۔ تو ان کے لیے بہت مفید ہو سکتا ہے۔ ان کے علوم میں ترقی ہو۔ اور عملی زندگی پر اس کا بہت اثر پڑے۔

بعض لوگ جو حکمت کے فقرے بولتے ہیں۔ وہ ان کی حقیقت چٹکلوں سے زیادہ نہیں سمجھتے۔ ان سے محض ایک زبان کی لذت لیتے ہیں۔ فائدہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب لوگ اسکی تفصیل پر غور کریں۔ جن لوگوں کی زبان پر فقرات حکمت اور ضرب المثلیں ہوتی ہیں۔ مگر ان کا عمل اس کے خلاف ہوتا ہے ان کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک شخص سخت بیمار ہو۔ اس کے پاس دوائی ہو۔ اور یا ایک سخت بھوکا ہو۔ اور اس کے پاس کھانا ہو۔ مگر وہ اس کو استعمال نہ کرے۔ صرف اس کی تعریف شروع کر دے کہ یہ کھانا بہت عمدہ ہے اور بہت لذیذ اور بہت مقوی ہے۔ کھانے اور دوا کا عمدہ ہونا اس کے لیے کیا خاک مفید ہو سکتا ہے۔ جب وہ اس کو استعمال نہیں کرتا۔ اسی طرح وہ لوگ جو ضرب المثلیں بولتے ہیں۔ جو خواہ آسمانی اور خدائی کتابوں کے فقرات ہوں۔ خواہ عقلمند اور دانا لوگوں کے پُر حکمت کلمات۔ مگر ان سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔

یہ تمہید ہے۔ ایک مضمون کے لیے جو خُدا نے چاہا تو آئندہ اس کے متعلق تقریریں اور تفصیلی باتیں ہوں گی جن پر عمل کرنا بہت مفید ہوگا۔ جب تک کہ کسی بات کی تفصیل معلوم نہ ہو۔ نہ کامل علم ہوتا ہے۔ نہ اس پر عمل ہی ہوتا ہے اور نہ اس سے فوائد ہی خاطر خواہ مترتب ہو سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم اس کے احکام کو سمجھیں اور اس کی حکمتوں سے واقف ہو کر ہمارے اعمال اسکے منشاء کے مطابق ہو جائیں۔ جن سے بہترین نتائج رونما ہو کر ہمیں خدا کے اور قریب کر دیں۔"

(الفضل ۱۲ ؍ اپریل ۱۹۲۰ء)